خلافت احمدیہ امن کا حصار اور امن پسند جماعت

وَعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذٰلك فاولئك ھم الفاسقون٥

ہماری دنیا میں مختلف قسم کے نظام حکومت رائج ہیں۔اکثریت جمہوریت کو پسند کرتی ہے۔جس میں عوامی نمائندے اپنی خدمات قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔زیادہ مقبولیت حاصل کرنے والے مسند حکومت پر بیٹھ جاتے ہیں۔اس کے بعد وہ قوم کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں یا قوم ان کی خدمات سے کس قدر فائدہ اٹھاتی ہے یہ دونوں کی قسمت ہے۔

نوع انسان کے مجوزہ سیاسی نظام سے ہٹ کر ایک ایسا آسمانی نظام بھی ہے جو بندوں کی ضرورت کے مد نظر خدائے رب العالم کی طرف سے قائم کیا جاتاہے اور جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ روشنی کے ذریعہ فلاح اور کامیابی کے راستہ پر چلنے کی آسانیاں پیدا کرتاہے۔میری مراد اس نظام سے ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں ملتاہے۔”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا ہے۔“یعنی نظام خلافت۔

نظام خلافت وہ با برکت آسمانی نظام قیادت ہے جو اللہ تعالیٰ جماعت مؤمنین کو ان کی روحانی بقاء اور ترقی کے لئے عطا فرماتاہے۔یہ ایک عظیم انعام ہے جو ایمان اور عمل صالح کی بنیادی شرائط سے مشروط ہے۔اس خدائی موہبت کی حیثیت ایک حبل اللہ کی ہے۔اس خدائی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا جماعت مؤمنین کے لئے ان کے ایمان کی تصدیق بھی ہے اور امن وا مان اور روحانی ترقیات کی ضمانت بھی۔حق یہ ہے کہ دین حق کی ترقی اور سر بلندی اس با برکت نظام خلافت سے وابستہ ہے۔

خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے۔جس کے ذریعہ آفتاب نبوت کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ ماہتاب نبوت کے طلوع کا انتظام فرماتاہے اور ایسی جماعت کو اس دھکے کے اثرات سے بچا لیتاہے جو نبی کی وفات کے بعد نو زائیدہ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتاہے۔نبی کا کام جیسا کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتاہے تبلیغ ہدایت کے ساتھ ساتھ مؤمنوں کی جماعت کی دینی تعلیم ،ان کی روحانی و اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق

رکھتاہے۔اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفہ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچاکر انھیں ایک مضبوط کڑی میں پروئے رکھتاہے۔علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور اخلاص کے تعلق کا روحانی مرکز ہوتاہے۔جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یک جہتی اور باہمی تعاون کا زریں سبق سیکھتے ہیں اور خلیفہ کا وجود اس درس وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتاہے۔اس لئے آنحضرت ﷺ نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے ،ایک بڑی نعمت قرار دیا ہے اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے اور جماعت میں انتشار پیداکرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:۔

”من شذ شذ فی النار“یعنی جو شخص جماعت سے کٹتاہے اور اس کے اندر تفرقہ پیداکرتاہے وہ اپنے لئے آگ کا راستہ کھولتاہے۔اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:۔”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین“یعنی اے مسلمانو!تم پر تمام دینی امور میں میری سنت پر عمل کرنا اور میرے بعد خلفاء کے زمانہ میں ان کی سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہوگاکیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں گے۔پس خلافت کا نظام ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جس کی ہر نوزائیدہ جماعت کو ضرورت ہوتی ہے نبوت کا نور جماعت کے سر پر جلوہ افروز رہتاہے۔اور یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

قومی غلبہ اور نصرت

خلافت کی ضرورت اس آیت سے بھی واضح ہے:۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملواالصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وعدہ ہے کہ وہ انھیں ویسا ہی خلیفہ بنائے گا جیسے اس نے پہلے لوگوں کو بنایا۔ان کے ذریعہ دین کو تمکین حاصل ہوگی۔اور خوف کو امن سے بدل دیا جائے گا۔اس آیت سے ظاہر ہے کہ (۱)یہ ایک وعدہ ہے(۲)وعدہ امت سے ہے جب تک وہ ایمان اور عمل صالح پر کاربند رہے(۳) یہ

وعدہ کیوں کیا گیا ہے اس لئے کہ مسلمان وہی انعام پائیں جو پہلی قوموں نے پائے تھے۔پھر اس لئے وعدہ کیا گیا ہے تا دین کو تمکین حاصل ہو۔اور اس لئے وعدہ کیا گیا ہے تا خوف کو امن سے بدلا جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل نہیں ہوسکتی۔اور نہ قوم کو غلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نصرت اور غلبہ کا اس طرح پتہ چلتا ہے کہ فرماتا ہے لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔یعنی خدا انکو اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلوں کو خلیفہ بنایا اور رسول کریم ﷺ کے زمانہ سے پہلے خلافتیں یا تو خلافت نبوت تھیں جیسے آدمؑ کی خلافت۔کہ فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔اوریا خلافت حکومت تھی جیسے فرمایا واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح۔پس جب خدا نے یہ فرمایا کہ کما استخلف الذین من قبلھم تو اس سے معلوم ہوا کہ پہلی خلافتوں والی برکات مسلمانوں کو بھی ملیں گی۔اور پہلے انبیاء اور ان کی جماعتوں سے جو سلوک ہوا وہ ان سے بھی ہوگا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بتایاہے کہ خلافت ہی ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جماعتوں کی اسطرح مدد کرتاہے جس طرح پہلے انبیاء کے زمانہ میں ان کی مدد کرتا رہاہے۔اور خلافت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ جماعت کو غلبہ عطا ہوتاہے۔اس مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی بیان فرمایا ہے:الا ان حزب اللہ ھم الغالبون۔یعنی سنو اللہ تعالیٰ کا حزب ہی غالب آیا کرتاہے۔دوسری جگہ فرماتاہے:ان جندنا لھم الغالبون۔یعنی ہمارا لشکر ہی غالب آیا کرتاہے۔مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعتوں کو غلبہ اسی وقت ملتاہے جب وہ جند اور حزب کی شکل میں ہوں۔اور ان کا ایک لیڈر ہو۔پس اعداء پر غلبہ حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے کی کلید درحقیقت خلافت ہے۔اگر یہ نہ ہو تو قوم کو نہ اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوتی ہے اور نہ اسے اعداء پر غلبہ حاصل ہوتاہے۔مسلمانوں کی مثال واضح ہے۔ان میں بڑے بڑے مدبر ہیں۔ان میں بڑے بڑے متمول اور ذی ثروت لوگ ہیں۔انھوں نے ترقی کی تدابیر نکالنے میں بھی کمی نہیں کی۔کبھی تحریک خلافت شروع کی تو کبھی تحریک عدم تعاون۔کبھی تحریک ہجرت کی تو کبھی تحریک احراراور تحریک شہید گنج۔مگر ہر تحریک میں انہیں ناکامی ہوئی۔اس کے مقابلے میں جماعت احمدیہ نے جس کام میں بھی بحیثیت جماعت ہاتھ ڈالا خدا کی نصرت اور مدد شامل رہی۔اور اعداء پر ہماری جماعت کو غلبہ حاصل ہوا اور یہاں تک کہ مولوی ظفر علی صاحب جیسے دشمنِ احمدیت کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا کہ احمدیت ایک

تناور درخت کی صورت اختیار کر چکی ہے پس خلافت کی ساتویں ضرورت یہ ہے کہ اس کے بغیر نہ تو اللہ کی نصرت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی اعداء پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

تمکین دین

خلافت کی ایک اور ضرورت آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ خلافت کے بغیر تمکین دین نہیں ہو سکتی۔ تمکین دین کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء جو دین لاتے ہیں خلفاء اس کی مضبوطی کا باعث بنتے ہیں اگر خلافت کا وجود نہ ہو تو دین کی جڑیں مضبوط نہ ہو سکیں۔ پھر تمکین دین کے یہ معنی بھی ہیں کہ نبی کے لائے ہوئے دین میں اگر منافقین یا فتنہ پرداز مخالفین کوئی رخنہ ڈالنا چاہیں تو خلافت ان فتنوں کا سد باب کرتی ہے اوردین کو اپنی صحیح بنیادوں پر قائم کرتی ہے چنانچہ دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک فتنہ اٹھا جو درحقیقت بہت بڑا فتنہ تھا کہ بعض اکابر نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں تھے یہ فتنہ اگر دور ہوا تو خلافت کے ذریعہ۔اسی طرح یہ فتنہ اٹھا کہ جماعت میں خلافت نہیں ہونی چاہئے یہ فتنہ بھی دور ہوا تو خلافت کے ذریعہ۔اسی طرح یہ فتنہ اٹھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے والے کافر نہیں یہ بھی ردّ ہوا تو خلافت کے ذریعہ۔پھر یہ فتنہ اٹھا کہ بعض لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ خلیفہ معزول ہو سکتا ہے یہ فتنہ بھی اگر دور ہوا تو خلافت کے ذریعہ۔پھر اسلامی اقتصادیات ،سیاسیات اور معاشریات وغیرہ پر ہم نے خلافت کے دور میں جو تمکین دین دیکھی ہے کیا یہ خلافت کے بغیر حاصل ہو سکتی ہے۔پھر کیا قرآن کریم کے وہ وسیع علوم جو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہمیں پہنچا رہاہے کیا یہ خلافت کے بغیر حاصل ہو سکتے تھے۔ یہی تمکین دین ہے۔جو خلافت کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے اگر خلافت نہ ہو تو دین کی جڑیں مضبوط نہ ہوں۔اور مختلف قسم کے فتنے قوم کو متزلزل کردیں۔

ردّ خوف

خلافت کی نویں ضرورت یہ ہے کہ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا کہ مطابق ردّ خوف خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتا ۔یہ ردّ خوف دو قسم کا ہوتا ہے اول اس وقت خوف پیدا ہوتا ہے جب نبی یا اس کا کوئی خلیفہ فوت ہو جاتاہے وہ وقت قوم کے لئے سخت نازک ہوتا ہے۔اور ہر طرف سے سلسلہ خطرے میں پڑ جاتا ہے۔بیرونی دشمن بھی کہتے ہیں کہ حملے

کا یہی وقت ہے۔اور اندرونی منافق بھی خیال کرتے ہیں کہ جماعت کو تباہ کرنے کا یہی موقع ہے۔ایسی حالت میں خلافت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ قوم کے خوف کو دور کرتا اور اس کے دلوں کو سکینت اور اطمینان بخشتا ہے۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوجاتاہے اور دشمن زور پر آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اوریقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں۔اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں۔اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کرلیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتاہے۔خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت میں ہوا“۔

(الوصیت)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

”جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتاہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کی از سر نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح واستحکام ہوتا ہے۔“

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸)

پس نبی یا اس کے کسی خلیفہ کی وفات کے بعد جب اس کی قوم پر ایک نازک دور آتا ہے اس وقت ردّ خوف اور قیام امن کے لئے خلافت ہی بہترین چیز ثابت ہوتی ہے۔دوم خلافت کے ذریعہ ردّخوف اس طرح بھی ہوتا ہے کہ قوموں کے ارتقاء کے رستے میں ہمیشہ بڑے بڑے طوفان اٹھا کرتے ہیں۔بڑے بڑے مخالف نبیوں کی جماعت کو نا پید کرنے کے لئے سر توڑ کوششیں کرتے ہیں۔ایسی حالت میں خلافت ہی جماعت کے لئے قلعہ کا کام دیتی ہے۔اور اس کی وجہ سے جماعت بیرونی اور اندرونی خطرات سے محفوظ رہتی ہے۔احرار کا فتنہ ہی دیکھ لو حکومت کے بعض افسر بھی ہماری جماعت کے خلاف تھے۔اور ۱۹۷۴ اور ۱۹۸۴میں حکومت تمام حالات کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ایسے نازک ایام میں

اللہ تعالیٰ نے خلافت کے ذریعہ ہی جماعت کے خوف کو دور کیا۔اور اسے پہلے سے بھی زیادہ استحکام بخشا۔پس خلافت ردّ خوف کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔

ا۔امام فخر الدین رازی(1149ء تا1209ء عیسوی)

حضرت امام فخر الدین رازی نے جو چھٹی صدی ہجری کے مایہ ناز عالم، زبردست متکلم اور عظیم الشان مفسر قرآن ہیں ،اپنی تالیف منیف تفسیر کبیر سورۃ النور آیت استخلاف کی تفسیر کرتے ہوئے اس سے بعض اہم مسائل مستنبط کئے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ خلافت بھی ہے جسے آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور رسول کریم ﷺ کی صداقت کا ثبوت قرار دیا ہے۔فرماتے ہیں:۔

”تیسرا مسئلہ۔اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔کیونکہ اس نے فرمایا ہے لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم......... کہ وہ انھیں خلیفہ بنائے گا اور اس دین کو جسے اس نے ان کیلئے پسند کیا ہے، قائم کردے گا اور ان پر جو خوف آئیں گے ان کو امن میں تبدیل کردے گا۔اور اس نے ایسا کر کے دکھایا ہے۔اور ان سب باتوں کو صرف وہی پورا کرسکتاہے جو ہر ایک ممکن چیز کے کرنے پر قادر ہو...

چھٹا مسئلہ۔یہ آیت آنحضرت ﷺ کی نبوت کے برحق ہونے پر اور آپ ﷺ کے سچا ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے غیب کی خبر دی یعنی پیشگوئی کی کہ وہ ضرور بالضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا اور ان کے دین کو جو ان کے خدا نے ان کے لئے پسند کیا ہے قائم کردے گا اور ان پر جو خوف آئیں ان کو امن میں تبدیل کردے گا۔اور یہ غیب کی خبر جو آپ نے دی پوری ہوگئی۔اور ایسی غیب کی خبر ایک معجزہ ہے۔اور معجزہ صداقت نبوت کی دلیل ہوتاہے۔پس اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ سچے رسول ہیں۔“

(تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی۔ترجمہ از عربی عبارت بحوالہ الفضل خلافت نمبر1979ئ)

۲۔حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ(وفات671ھ)

حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری الخزرجی القرطبیؒ جو ساتویں صدی ہجری میں گزرے ہیں (وفات9شوال671ھ) اپنی مشہور تفسیر' الجامع لاحکام القرآن 'میں آیت قرآنیہ'انی جاعل فی الارض خلیفۃ' کی تفسیر کرتے ہوئے تجویز فرماتے ہیں کہ:۔

''یہ آیت ایک ایسے امام کے بنانے کے لئے بطور اصول ہے جس کی ہر بات سنی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے۔ تا اس کے ذریعہ امت میں اتحاد اور اتفاق قائم رہے۔اور خلیفہ کے احکام نافذ کئے جاسکیں۔اور امت اور ائمہ امت میں ایک خلیفہ ضرور بالضرور ہونے کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔بجز ایک شخص الاصم(فرقہ معتزلہ کا ایک شخص جو سخت بہرہ تھا)کے کہ جوشریعت کے احکام سننے سے بہرہ تھا یا وہ جو اس کا ہم خیال ہو۔یہ شخص یعنی الاصم کہتاہے کہ'مذہب میں خلیفہ ہونا واجب نہیں۔ہاں ایسا ہوسکتاہے کہ اگر امت کے لوگ خود ہی حج اور جہاد کرلیں اور باہمی عدل و انصاف کو قائم رکھیں اور دوسروں کے حقوق ادا کرتے رہیں اور مال غنیمت ،مال فیء اور صدقات وغیرہ مستحقین میں خود ہی تقسیم کرتے رہیں اور جس پر کوئی شرعی سزا لازم آئے اس کو سزا دے دیا کریں تو ان کے لئے ایسا کرنا کافی ہوگا اور انہیں اپنے لئے کوئی خلیفہ یا امام مقرر کرنا واجب نہیں ہوگا جس کے سپرد یہ کام ہوں '۔لیکن اس کے خلاف ہماری دلیل(ایک خلیفہ کے وجود پر)اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ 'میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں اور اے دائود ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا'اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ جو لوگ ایمان لائیں گے اور مناسب حال اعمال بجالائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم......الخ۔''

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن جلد اول۔صفحہ362-364،ترجمہ از عربی عبارت)

ایک دوسرے مقام پر آپ نے قرآن کریم میں خلافت کی اہمیت کو اس طرح واضح کیا ہے:۔

''علماء نے کہا ہے کہ کعبہ کے لوگوں کے لئے ترقی اور بقاء کا ذریعہ بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو آدمیت کے سلیقے پر بنایاہے۔یعنی ان میں باہمی حسد ورقابت ،قطع تعلقی،ناراضگیاں،لوٹ کھسوٹ اور قتل و خونریزی رکھ دی ہے۔پس ضروری تھا کہ مشیت الٰہی اور حکمت ربانی ایسا شخص پیداکرتی جو ایک دوسرے پر تعدی سے منع کرتا۔اور ایک دوسرے کو بری باتوں سے منع کرتا۔اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ 'میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والاہوں'پس اللہ تعالیٰ نے انھیں خلافت کا حکم دے دیا اور ان کے سب کام ایک شخص کے سپرد کر دیے جو انھیں باہمی جھگڑوں

سے روکے اور قطع تعلق کے بجائے انھیں باہمی الفت کی تلقین کرے اور ظالم کو مظلوم پر ظلم کرنے سے روکے اور ہو شخص کو اپنی محنت سے فائدہ اٹھانے کا حق دے......اور بادشاہ کا ایک سال کا جور و جفا لوگوں کے ایک منٹ کے لئے بے قابو ہونے سے کم نقصان دہ ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے اس فائدہ کیلئے خلیفہ پیدا فرمایا تا اس خلیفہ کی رائے کے مطابق کام ہوں اور عام لوگوں کے ظلم و تعدی کو اس خلیفہ کے ذریعہ دور کیا جائے۔"

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن جلد ششم۔صفحہ 625،ترجمہ از عربی عبارت)

۳۔علامہ محمود شکری آلوسی بغدادیؒ(وفات 1270ھ)

علامہ محمود شکری آلوسی بغدادیؒ اپنی مشہور تصنیف روح المعانی میں آیت استخلاف کی تفسیر میں کتاب نہج البلاغۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:۔

"نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت علیؓ سے عہد فارس سے اس وقت لڑنے سے متعلق مشورہ لیا۔جب وہ لڑائی کے لئے جمع ہو رہے تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کام میں کامیاب یا ناکام ہونے کا دارومدار نہ کثرت پر ہے اور نہ قلت پر ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معزز کیا اور اس کی تائید کی۔یہاں تک کہ وہ اس شان کو پہنچ گیا اور ہم سے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ فرمایا ہے کہ 'وعداللہ الذین اٰمنوا منکم......الخ۔'اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والاہے اور اپنے لشکر کی مدد کرنے والا ہے اور اسلام میں خلیفہ کا مقام اس دھاگے کا ہے جس میں منکے پروئے ہوئے ہوں اگر دھاگہ ٹوٹ جائے تو وہ سب بکھر جاتے ہیں اور کئی ایسی بکھرنے والی چیزیں ہوتی ہیں کہ اگر وہ ایک بار بکھر جائیں تو پھر وہ جمع نہیں ہوسکتیں اور عرب اگرچہ آجکل تعداد میں بہت تھوڑے ہیں مگر وہ اسلام کی وجہ سے بہت ہیں اور اکٹھے اور مجتمع ہونے کی وجہ سے وہ غالب ہیں۔پس آپ قطب(وہ کیل جس کے گرد چکی چکر لگاتی ہے)پس آپ چکی کو عربوں کے ذریعہ چلائیں اور اپنی جگہ ان کو جنگ کی آگ میں جھونکیں کیونکہ اگر آپ اس ملک سے باہر چلے گئے تو عرب ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے۔یہاں تک کہ وہ نقص اور کوتاہی جو آپ اپنے پیچھے چھوڑیں گے اس سے زیادہ اہم ہوگی جو آپ آگے مشاہدہ کریں گے۔اور آج یہ وقت آگیا ہے کہ کل غیر عرب اقوام آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گی کہ عرب اقوام کی جڑ یہی شخص ہے۔اگر تم اس جڑ کو کاٹ دو گے تو تمھیں اس سے نجات اور راحت نصیب ہوجائے

گی۔پس وہ سارا زور آپ کے خلاف لگادیں گے۔اور آپ نے جو ان کی تعداد کا ذکر فرمایا ہے تو ہم نے گزشتہ ایام میں ان سے اپنی کثرت کی وجہ سے لڑائی نہیں کی بلکہ ہم تو خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے ساتھ ان سے لڑتے رہیں گے۔"

(روح المعانی۔طبع مصر جلد 18۔صفحہ187۔ترجمہ از عربی عبارت)

☆خلفاء سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہوتاہے۔جس پر اس کو یقین ہوتاہے کہ وہ ان کی ضرور مدد کرے گا اور دین کو ان کے ہاتھوں مضبوط کرے گا۔خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتاہے کہ لیبدلنھم من خوفھم امناً۔یعنی مصائب آئیں گی مگر وہ خوف کو امن سے بدل دے گا۔دراصل یہ حقیقت ہے کہ خلفاء جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ جماعت کی بہتری کے لئے کرتے ہیں اور ان پر اعتراض کرنے والاخدا پر اعتراض کرنے والا ہوتاہے۔یہ کبھی ممکن نہیں کہ خدا کسی کو خلیفہ مقرر کرے اور وہ خلیفہ لوگوں کی گمراہی کا موجب ہو۔اس لئے چاہیے کہ جب بھی کسی کے دل میں خلیفہ کے کسی حکم پر قبض پیداہو وہ استغفار کرے۔کیونکہ اس کا اپنا ہی نفس اس کو دھوکا دے رہاہوتا ہے اور یہ خدا کی آزمائش ہوتی ہے جو ہر ایک پر آتی ہے۔اور جو مومن ہوتے ہیں وہ تو اس سے صحیح و سلامت نکل جاتے ہیں مگر جن میں نفاق یا فسق ہوتاہے۔ان میں یہ اور بھی ترقی کرتا جاتاہے اور پھر یہ اتنا بڑھ جاتاہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جماعت سے خود ہی علیحدہ کر دیتاہے۔

☆دشمنان دین کے مکائد اور ان کی سازشوں کا پورا پورا علم حاصل کرکے ان کے مقابلہ کی سکیموں کو عملی جامہ پہنانا خلافت کے فرائض میں شامل ہے کیونکہ اس نظام کے بغیرمومنوں کے خوف کو امن سے نہیں بدلا جاسکتا اور نہ ہی دشمن کے شرّ کا صحیح مقابلہ کیا جاسکتاہے۔یہ کام بھی منظم طور پر خلافت کے ذریعہ ہی ہوسکتاہے۔

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی چونکہ دنیا میں ایک عظیم الشان مشن لے کر مبعوث ہوئے تھے اور اپنے مقام لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے ظل و بروز کامل تھے حتیٰ کہ آپ نے ان کے مقام اور کام کے پیش نظر فرمایا:۔یدفن معی فی قبری۔یعنی مسیح موعود میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا۔یعنی آخرت میں اسے میری معیت حاصل ہوگی اور اسے میرے ساتھ رکھا جائے گا اس لئے ضروری تھا آپ کے خداداد مشن کی تکمیل کے لئے بھی آپ کے بعد خلافت کا نظام قائم ہو۔چنانچہ آپ نے اپنی کتب اور ملفوظات میں متعدد جگہ اس نظام کی طرف اشارہ کیاہے بلکہ آپ کے

بہت سے الہامات میں بھی اس نظام کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں مگر میں اس جگہ اختصار کے خیال سے صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتاہوں۔اور یہ وہ عبارت ہے جو آپ نے اپنے زمانہ وفات کو قریب محسوس کرکے اپنے متبعین کے لئے بطور وصیت تحریر کی۔آپؑ فرماتے ہیں کہ:۔

”خدا کا کلام مجھے فرماتاہے کہ وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔کچھ میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد۔یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیداکیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہاہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتاہے اور ان کو غلبہ دیتاہے......اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کردیتاہے لیکن اسکی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتاہے......ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتاہے اور ایسے اسباب پیداکردیتاہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔غرض وہ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتاہے(۱)اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتاہے (۲)دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا ہوجاتاہے......خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتاہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتاہے۔پس وہ جو اخیر تک صبر کرتاہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتاہے جیسا کہ حضرت ابوبکرصدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہوگئے۔اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔تب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کر کھڑاکرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوئے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے...... ایسا ہی حضرت موسیٰ کے وقت میں ہوا......ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا...... سو اے عزیزو!جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتاہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلادے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کردیوے۔اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمھارے پاس بیان کی(یعنی میری وفات کے قریب مرنے کی خبر)غمگین مت ہو اور تمھارے دل پریشان نہ ہوجائیں کیونکہ

تمھارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے...... میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔"

(رسالہ الوصیت۔روحانی خزائن جلد20صفحہ303-306)

☆8-جماعت میں اتحاد و یکجہتی:

اتحاد و یکجہتی کے لئے سب سے اہم چیز قابلِ اطاعت خلیفہ کا وجود ضروری ہے۔خلافت کے بغیر اتحاد و یکجیہتی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جماعت ایک قابل اطاعت حلیفہ کے زیر سایہ امن و سکون کی زندگی بسر کر رہی ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظام جماعت کس طرح جماعت میں اتحاد و یکجہتی کا باعث ہے۔ اس کا جواب بڑا سیدھا اور سادہ ہے کہ نظامِ جماعت خلیفہ کا قائم کردہ ہے اور یہ نظام خلیفہ کی نمائندگی کرتا ہے۔نظام کا ہر فرد خلیفہ کا نمائندہ ہے۔اس لئے احباب جماعت کا یہ فرص ہے کہ وہ نظام کی اطاعت کریں۔

نظام جماعت کے تحت جماعت کے افراد کو معلوم ہے کہ ان کے حقوق محفوظ ہیں اور اگر ان کے کسی حق پر کوئی ناجائز قابض ہو گا تو اس کو اپنے حق کی بازیابی میں کوئی مشکل اور دقت نہیں آئے گی۔اس کو اس کا حق واپس مل جائے گا۔ جماعت احمدیہ میں تنازعات کا فیصلہ کرنے کا ایک مربوط اور منظم نظام قائم ہے۔جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں تفصیل سے کیا جاچکا ہے۔

جس جماعت میں اپنے امیر کی اطاعت کا جذبہ جتنا ویادہ ہو گا اتنا ہی اس میں اتحاد و اتفاق زیادہ گہرا اور مضبوط ہو گا۔ اکابریں جماعت خلیفہ ء وقت کی اطاعت کی اہمیت احباب جماعت کو بتلاتے رہتے ہیں۔

دوسرے اگر جماعت میں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے اوصاف پائے جائیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ اتحاد اور اتفاق ہو گا۔

نظامِ جماعت کے اکابرین جماعت کے افراد کو اتحاد و اتفاق کی برکات سے روشناس کرواتے رہتے ہیں۔اس طرح جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتحاد و اتفاق کی نعمت سے مالا مال ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ میں ایک عظیم نظام قائم ہے جس کے ذریعہ خلافت کی ذمہ داریوں کو بڑی خوش اسلوبی اور مؤثر انداز میں ادا کیا جا رہا ہے۔ایسا عظیم نظام دنیا کے کسی خطہ میں نہیں پایا جاتا۔اس نظام میں خلیفۃ المسیح کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔اس کی مثال جسم میں دل کی طرح ہے۔ جسم میں مختلف نظام کام کرتے ہیں ان تمام نظاموں کی کارکردگی کا انحصار دل پر ہے۔ دل اگر کسی وجہ سے کسی نظام کو مطلوبہ مقدار میں خون نہیں پہنچائے گا تو اس نظام کی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

☆حضرت مسیح موعودؑفرماتے ہیں:

”خدا نے تم میں سے نیکو کار اور ایمانداروں کے لئے یہ وعدہ ٹھہرایا ہے کہ وہ انھیں زمین میں اپنے رسول مقبول کے خلیفہ کرے گا۔انھیں کی مانن جو پہلے کرتا رہا ہے اور ان کے دین کو جو ان کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے یعنی دین اسلام کو زمین پر جما دے گا۔اور مستحکم او رقائم کر دے گا۔اور بعد اس کے کہ ایماندار خوف کی حالت میں ہوں گے یعنی بعد اس وقت کے کہ جب بباعث وفات حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے یہ خوف دامنگیر تھاکہ شاید اب دین تباہ ہوجائے تو اس خوف اور اندیشہ کی حالت میں خداتعالیٰ خلافت حقہ کو قائم کرکے مسلمانوں کو اندیشہ ایزی دین سے بے غم اور امن کی حالت میں کر دے گا۔وہ خالصاً میری پرستش کریں گے اور مجھ سے کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔یہ تو ظاہری طور پر بشارت ہے مگر جیسا کہ آیات قرآنیہ میںعادت الٰہیہ جاری ہے اس کے نیچے ایک باطنی معنی بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ باطنی طور پر ان آیات میں خلافت روحانی کی طرف بھی اشارہ ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک خوف کی حالت میں کہ جب محبت الٰہیہ دلوں سے اٹھ جائے اور مذاہب فاسدہ ہر طرف پھیل جائیں اور لوگ روبہ دنیا ہو جائیں اور دین کے گم ہونیکا اندیشہ ہو تو ہمیشہ ایسے وقتوں میں خدا روحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہے گا اور جن کے ہاتھ پر روحانی طور پر قوت اور فتح دین کی ظاہر ہو۔اور حق کی عزت اور طابل کی ذلت ہو تاکہ ہمیشہ دین اپنی اصلی حالت پر طور کرتا رہے۔اور ایماندار ضلالت کے پھیل جانے اور دین کے مفقود ہوجانے کے اندیشہ سے امن کی حالت میں آجائیں۔“

(براہین احمدیہ صفحہ235,236 حاشیہ)

☆حضرت مسیح موعودؑفرماتے ہیں:

”سورۃ نور میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام خلیفے اسی امت سے پیدا ہوں گے اور قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس امت پر دو زمانے بہت خطرناک آئیں گے۔ ایک وہ زمانہ جو ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آیا اور دوسرا وہ زمانہ جو دجالی فتنہ کا زمانہ ہے۔ جو مسیح کے عہد میں آنے والا تھا۔ جس سے پناہ مانگنے کے لئے اس آیت میں اشارہ ہے۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اور اس زمانہ کے لئے پیشگوئی سورۃ النور میں ہے ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ اس آیت کے معنی پہلی آیت کیساتھ ملا کر یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہیکہ اس دین پر اخری زمانہ میں ایک زلزلہ آئے گا اور خوف پیدا ہوجائے گا کہ یہ دین ساری زمین پر سے گم نہ ہوجائے تب خدا تعالیٰ دوبارہ اس دین کو روئے زمین پر متمکن کردے گا اور خوف کے بعد امن بخش دے گا۔“

(لیکچر لاہور صفحہ 41)

☆جلسہ جوبلی کے آخری دن خطاب میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملو االصالحات میں بتایا گیا ہے کہ جب تک قوم کی اکثریت میں ایمان اور عمل صالح رہتا ہے ان میں خلافت کا نظام موجود رہتا ہے۔ اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ کیا ہماری جماعت کی شہرت نیک ہے اور کیا ہماری جماعت کی اکثریت عمل صالح رکھتی ہے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ یہ بات ہر شخص پر ظاہر ہے کہ جماعت کی شہرت نیک ہے اور جماعت کی اکثریت عمل صالح پر قائم ہے۔ پس جب ایمان اور عمل صالح کی یہ حالت ہے تو خلافت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہونا چاہیئے۔ اور دوسری بات اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ کما استخلف الذین من قبلھم یعنی جس طرح پہلے خلفاء ہوئے اس طرح امت محمدیہ میں خلفاء ہونگے۔ مطلب یہ کہ جس طرح پہلے خلفاء الٰہی طاقت سے بنے اور کوئی ان کی خلافت کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس طرح اب ہوگا۔ سو میری خلافت کے ذریعہ یہ علامت بھی پوری ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خلافت کے وقت صرف بیرونی اعداء کا خوف تھا۔ مگر میری خلافت کے وقت اندرونی اعداء کا خوف بھی اس کے ساتھ شامل ہوگیا۔ پھر خلیفہ اولؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی حکیم الامت ار بہت سے القاب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ مگر میں نہ عربی کا علم تھا۔ نہ انگریزی کا عالم تھا۔ نہ ایسا فن جانتا تھا جو لوگوں کی توجہ اپنی طرف پھرا سکے۔ نہ جماعت میں مجھے کوئی عہدہ اور رسوخ حاصل تھا۔ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کو خلافت کے لئے چنا جو جاہل کہا جاتا تھا۔ جسے کودن قرار دیا جاتا تھا۔ اور جس کے متعلق یہ علی الاعلان

کہاجاتا تھا کہ وہ جماعت کو تباہ کردے گا۔ مگر ہوتا کیا ہے۔ وہی بچہ جب خدا کی طرف سے خلافت کے تخت پر بیٹھتاہے تو جسطرح شیر بکریوں پر حملہ کرتا ہے۔اس طرح خدا کا وہ شیر دنیا پر حملہ آور ہوا۔اور اس نے ایک یہاں سے اور ایک وہاں سے۔ایک مشرق سے اور مغرب سے ایک شمال سے اورایک جنوب سے بھیڑیں اور بکریاں پکڑ پکڑ کر خدا کے مسیح کی قربانگاہ پر چڑھا دیں۔اس طرح خدا نے مجھ پر قرآنی علوم اس کثرت سے کھولے کہ اب قیامت تک امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں سے فائدہ اٹھائے۔چاہے پیغامی ہوں یا مصری ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی۔وہ اس بات مجبور ہونگی کہ میری کتابوں کو پڑھیں پھر ہر خوف کو خدا نے میرے ذریعہ امن میں بدلا۔احرار کا جب زور تھا۔لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اب جماعت تباہ ہو جائے گی مگر میں نے کہا کہ میں احرار کے پائوں تلے سے زمین نکلتی دیکھتاہوں اور اس کے بعد جو احرار کا حال ہوا وہ سب پر ظاہر ہے۔

آخر میں حضور نے فرمایا:

”مجھے اپنے لئے اس بحث کی ضرورت نہیں کہ کونسی آیت میری خلافت پر چسپاں ہوتی ہے۔میرے لئے خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور زندہ معجزات اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔اگر دنیا جہان کی تمام طاقتیں مل کر بھی میری خلافت کو نابود کرنا چاہیں تو خدا اُن کو مچھر کی طرح مسل دے گا۔

پس اے مومنو کی جماعت اور اے عمل صالح کرنے والو ! خلافت خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔جبتک آپ لوگوں کی اکثریت ہامان اور عمل صالح پر قائم رہے گی۔خدا اس نعمت کو نازل کرتا جائے گا۔پس خلیفہ کے بگڑنے کا کوئی سوال نہیں۔خلافت اس وقت چھینی جائے گی جب تم بگڑ جائو گے۔پس اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری مت کرو۔ پس جیس یکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دعائون میں لگے رہوتا کی قدرت ثانیہ کا تم میں پے در پے ظہور ہوتا رہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کا یہی مطلب تھا۔کہ میرے زمانہ میں تم دعا کرو کہ میرے بعد تمہیں خلافت نصیب ہو۔اور پہلی خلافت میں دعا کرتے رہو کہپ اس کے بعد تمہیں دوسری خلافت ملے۔ اور دوسری خلافت میں دعا کرتے رہو کہ تمہیں تیسری خلافت ملے اور تیسری خلافت میں دعا کرتے رہو کہ تمہیں چوتھی خلافت ملے ایسا نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کا دروازہ تم پر بند ہوجائے۔پس ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائوں

میں لگے رہو۔اور اس امر کو اچھی طرح یاد رکھو کہ جب تک تم میں خلافت رہے گی۔دنیا کی کوئی قوم تم پر غالب نہیں آسکے گی۔اور ہر میدان میں تم مظفر و منصور ہوگے۔کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے جو اس نے اس آیت میں کیا ہے۔“

پھر فرمایا:۔

”پس تبلیغ کرو۔اور احمدیت کی اشاعت میں منہمک رہو۔تا کہ تمہاری زندگی میں اسلام اور احمدیت کی شوکت کا زمانہ آجائے۔جب کہ سب لوگ احمدی ہو جائیں تو پھر رعایا بھی احمدی ہوجائے گی۔اور بادشاہ بھی احمدی۔میں نے بچپن میں ایک رؤیا دیکھا تھا۔۱۳،۱۲ سال کی عمر تھی۔کہ کبڈی ہو رہی ہے۔ایک طرف احمدی ہیں اور دوسری طرف مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ساتھی۔جو شخص کبڈی کہتا ہوا مولوی محمد حسین بٹالوی کی طرف سے آتا ہے اُسے ہم مار لیتے ہیں۔اور اس میں قاعدہ یہ ہے کہ جو مر جائے وہ دوسری پارٹی کا ہوجائے۔اس قاعدہ کی رو سے مولوی کا جو ساتھی مارا جاتا ہے وہ ہمارا ہوجاتاہے۔مولوی صاحب کے سب کے سب ساتھی ہمارے طرف آگئے تو وہ اکیلے رہ گئے۔اس پر انہوں نے پاس کی دیوار کی طرف منہ کر کے آہستہ آہستہ لکیر کی طرف بڑھنا شروع کیا۔اور لکیر کے پاس پہنچ کر کہا کہ میں بھی اس طرف آجاتا ہوں اور وہ بھی آگئے۔

مولوی محمد حسین سے مراد ائمہ کفر ہیں اور اس طرح بتایا گیا ہے کہ جب عام لوگ احمدی ہو جائیں گے تو وہ بھی ہو جائیں اور جب رعایا احمدی ہو جائے گی تو بادشاہ بھی ہو جائیں گے۔پس تبلیغ کرو احمدیت کو پھیلائو اور دعائوں میں لگے رہو۔دل میں درد پیدا کرو۔عاجزی، فروتنی اور دیانت داری اختیار کرو۔اور ہر طرح خدا کے مخلص بندے بننے کی کوشش کرو۔اگر کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر اصرار مت کرو۔کیونکہ جو اپنی غلطی پر اصرار کرتاہے۔اس کے اندر سے نور جاتا رہتا ہے نہ اس کی نمازوں میں لذت رہتی ہے نہ دعائوں میں برکت۔اپنی غلطی پہ نادم ہوتا اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنا ترقی کا بڑا بھاری گر ہے۔پس اگر غلطی کرو تو بھی اور اگرنہ کرو تو بھی خدا تعالیٰ کے حضور جھکو۔اور اس سے عفو طلب کرو۔اس طرح مستقل ایمان حاصل ہوجاتا ہے۔

(جلسہ جوبلی اختتامی خطاب دسمبر 1939ء قادیان)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒفرماتے ہیں:۔

" ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا میں بیان ہوا ہے تو جس خوف کا آیت استخلاف میں ذکر ہے وہ وہی خوف ہے جس کو یہاں یوں بیان کیا ہے کہ ایک گڑھا ہے آگ اس میں بھڑک رہی ہے اور اس کے کنارے پر وہ کھڑے ہیں اس سے زیادہ خوف اور کیا ہو سکتاہے۔جبکہ وہ آگ خدا تعالیٰ کی لعنت کی آگ ہے اور اس کے قہر کی آگ ہے۔اس کی ناراضگی کی آگ ہے۔

تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وت قوم پر ایک نہایت ہی خوف کا وقت ہوتا ے۔کہ کہیں وہ آگے کے گڑھے میں نہ گر جائیں۔تب خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا ایک نظارہ دنیا کو دکھاتا ہے خدا تعالیٰ کسی اک محتاج نہیں۔وہ غنی ہے۔دنیا میں سب سے زیادہ متقی۔دنیا میں سب سے زیادہ مطہر۔دنیامیں سب سے بڑا عالم۔دنیامیں سب سے بڑاعاشق قرآن اور عاشق رسولؐ کہلانے واے کا بھی خدا تعالیٰ محتاج نہیں۔بلکہ یہی شخص اس کا محتاج ہے پس اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی قدرت کا نظارہ اس طرح دکھاتا ہے کہ کچھ وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اس شخص کو چن لیتا ہے جو قوم کی نگاہ میں بوڑھا ہوتا ہے (حضرت مولانا نورالدین ناقل) کو بہت دفعہ طعنہ دیا گیا کہ بوڑھا آدمی ہے۔سمجھ کوئی نہیں۔خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ بوڑھا ہے یا نہیں۔لیکن ہے میری پناہ میں۔میری گود میں۔اس لئے تم اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔

کبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا اس طرح مظاہر کرتا ہے کہ ایک بچے کو چن لیتا ہے۔دنیا کہتی ہے بچہ ہے قوم تباہ ہو جائے گی۔ناسمجھ ہے۔کم علم ہے۔کم تجربہ کار ہے۔مگر خدا کہتاہے کہ بیشک یہ بچہ ہے۔مگر میں تو بچہ نہیں ہوں۔میں اپن قدرت اس کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا۔تب وہ قدرت ثانیہ کا مظہر ہوجاتاہے اور پھر وہی بچہ اُن لوگوں کا منہ بند کر دیتاہے جو اسے بچہ سمجھنے والے اور بچہ کہنے والے ہوتے ہیں۔کبھی وہ کسی ادھیر عمر انسان کو چن لیتا ہے۔جسے دنیا اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق قطعاً نا اہل سمجھتی ہے وہ سمجھتی ہے کہ یہ کام اس کے بس کا ہے ہی نہیں۔اور حقیقت بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ کام اس کے بس کا نہیں ہوتا۔لیکن کونسا کام ہے جو اس کے بس کا نہیں۔پس خدا تعالیٰ اسے چنتا ہے۔اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس کے نفس کو اپنی عظمت اور جلال کے جلوہ کے ساتھ کلی طور پر فنا کردیتا ہے ۔ایسے لوگوں پر کچھ ایسی حالت بھی وارد ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے پیار میں کبھی وہ اس طرح محو اور گم ہوجاتے ہیں کہ ان کا دل چاہتاہے کہ وہ ساری دنیا میں منادی کردیں کہ مجھے تم میں سے کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔اور پھر

اللہ تعالیٰ ان سے جو اور جس قدر کام لینا چاہتاہے۔اسی قدر ان کی مدد اور نصرت بھی کرتا چلا جاتا ہے۔اور اس طرح وہ دنیا پر ثابت کرتا ہے کہ خدا ہی حقیقتاً سب قدرتوں والا اور طاقتوں والا ہے۔

(الفضل۱۷ مارچ ۱۹۶۷ صفحہ ۴)

☆1- تمکنتِ دین:

تمکنتِ دین کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں ہے۔

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ۔وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا۔یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا۔وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔

(سورۃ النور: ۵۶)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو ، جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔وہ میری عبادت کریں گے۔میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کو خلافت عطا کرے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی اور اللہ ان کے اس دین کو تمکنت دے گا۔

تمکنتِ دین کا جو وعدہ ہے یہ ایک بہت ہی عظیم الشان نعمت ہے۔تمکنتِ دین سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دین کو ترقی دے گا اور اس کو بڑھائے گا نیز ان کو روحانی غلبہ عطا کرے گا۔

یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا یہ جو خوشخبری تمکنتِ دین کی تھی وہ پوری ہوئی یا کہ نہیں۔اس کے لئے ہمیں تاریخ کے آنگن میں جھانکنا ہو گا۔جب ہم اس آنگن کا نظارہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک عجیب منظر نظر آتا ہے کہ رسول اللہؐ کا اس

دنیا سے پردہ کرنا تھا کہ عرب میں فتنہ ارتداد کا وہ طوفان اٹھا کہ مدینہ کے علاوہ صرف ایک دو جگہ نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی۔ ہر طرف باغی دندناتے پھرتے تھے۔ منکرین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوت نے الگ اُدھم مچا رکھا تھا۔

ان پُر آشوب حالت میں حضرت ابو بکرؓ خلافت کے عظیم منصب پر فائز ہوتے ہیں اور آپ کی فراست اور حکمتِ عملی نے تمام فتنوں کا قلع قمع کر دیا اور جزیرہ نما عرب امن سکون کا گہوارہ بن گیا اور دینِ حق مضبوط اور مستحکم ہو گیا اور اسلام دور دراز علاقوں میں پھیلنے لگا اور خلافتِ راشدہ کے دور میں یہ مشرق میں افغانستان اور چین کی سرحدوں تک اور مغرب میں طرابلس اور شمالی افریقہ کے کناروں تک ، شمال میں بحرِ قلزم تک اور جنوب میں حبشہ تک پھیل گیا اور اس قدر مضبوط اور مستحکم ہوا کہ کئی صدیوں تک اسلام کا بول بالا رہا اور اس کا ڈنکا بجتا رہا۔ ایک دنیا اس کے سامنے سرنگوں رہی حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں۔

”جناب ابو بکرؓ کے زمانہ میں عرب میں ایسی بلد پھیلی تھی کہ سوائے مکہ اور مدینہ کے سخت شور اٹھا تھا۔ مکہ والے بھی فرنٹ ہونے لگے تھے۔ مگر وہ بڑی پاک روح تھی جس نے انہیں کہا اسلام لانے میں تم سب سے پیچھے تھے اور مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو ...... مگر آخر خدا نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور ” لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ“ کا زمانہ آگیا۔

(منقول روزنامہ الفضل ۲۵ مئی ۱۹۷۷ئ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت قائم ہو گئی اور حضرت حکیم مولانا نور الدینؓ خلیفہ بن گئے لیکن بعض ناعاقبت اندیشوں نے خلافت کے خلاف سازشوں کے جال بننے شروع کر دیئے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور جماعت احمدیہ کا پودا مضبوط سے مضبوط ہوتا گیا اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کی جڑیں اور شاخیں ساری دنیا میں پھیل چکی ہیں اور دین کو تمکنت نصیب ہو چکی ہے اور اس کی چمک دمک میں دن دگنی اور رات چوگنی اضافہ ہو رہا ہے۔

2- ڈر اور خوف کا امن میں تبدیل ہونا:

مذکورہ آیت میں دوسری خلافت کی برکت یہ بیان ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کے ڈر اور خوف کو امن میں بدل دے گا۔خدائے بزرگ و برتر کے اس وعدے کو دیکھنے کے لئے کہ آیا وہ پورا ہوا یا کہ نہیں ہمیں پھر تاریخ کی ورق گردانی کرنے کی ضرورت ہے۔جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے کرتے خلافت کا باب کھولتے ہیں تو ہمیں ایک بہت ہی خوف ناک اور ڈراؤنا منظر نظر آتا ہے۔ہر طرف خوف و ہراس کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ایک طرف مسلمان اپنے پیارے اور محبوب آقا کی جدائی کے غم میں نڈھال اور افسردہ ہیں تو دوسری طرف مختلف قسم کے فتنوں اور شورشوں کی وجہ سے پریشان اور متفکر ہیں اور مختلف قسم کے اندیشے اور وسوسے دامن گیر ہیں کہ اب اس روحانی کشت کا کیا بنے گا؟

لیکن ہمیں تاریخ ایک بڑا ہی دلکش اور سہانا منظر دکھاتی ہے کہ خلافت کی لاٹھی نے ایک قلیل مدت میں سارے ڈراؤنے اور خوفناک سانپوں اور اژدہاہوں کے سر کچل دیئے اور عرب کی سرزمین ان تمام سانپوں اور اژدہاہوں سے پاک ہوگئی۔ہر قسم کے ڈر اور خوف تحلیل ہو گئے۔سر زمینِ عرب امن و آشتی کا گہوارہ بن گہی۔کامیابی اور کامرانی مسلمانوں کے قدم چومنے لگی اور ہر سو خوشی اور خوشحالی بکھرنے لگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں:

”بڑی بڑی مشکلات آتی ہیں اور ڈرانے والی چیزیں آتی ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ ان سب قوتوں اور خطرات کو امن میں بدل دیتا ہے۔“

جب کسی قسم کی بد امنی پھیلے تو اللہ ان کے لئے امن کی راہیں نکال دیتا ہے۔“

آپ حضرت ابو بکرؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”کیا خوف پیدا ہوا کہ عرب مرتد ہو گئے مگر سب خوف جاتا رہا“

(منقول روزنامہ الفضل ۲۵ مئی ۱۹۷۷ء صفحہ ۴)

☆الفت و محبت میں اضافہ:

سورت اٰل عمران آیت نمبر ۱۰۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے۔“

اس بھائی چارہ کا ذکر اتحاد اور یکجہتی میں بھی کیا گیا ہے لیکن اس جگہ خاکسار ایک اور نکتہ نگاہ سے اس محبت اور الفت کا ذکر کرنا چاہتا ہے وہ فکر نگاہ یہ ہے کہ جب خلافت کی برکت سے معاشرہ امن اور سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے اور لوگوں کے دامن خوشحالی سے بھر جاتے ہیں تو ان میں فراخدلی اور ہمدردی کے جذبات بڑھ جاتے ہیں۔تو وہ ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک ہونے لگتے ہیں اور اس طرح الفت و محبت کے رشتے اور زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتے ہیں۔

ماہرینِ عمرانیات اس بات پر متفق ہیں کہ جس معاشرے میں غربت اور افلاس نے ڈیرے جمائے ہوئے ہوں اور معاشرہ جرائم کا گڑھ ہوتا ہے اور خوشحالی معاشروں میں جرائم نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں یہ ذکر ملتا یہ کہ غربت میں ایمان کے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔تو غربت میں پیار و محبت کیسے پروان چڑھ سکتی ہے؟ پس یہ حقیقت روز تاباں کی طرح روشن اور عیاں ہو گئی کہ خوشحالی اور امن و سکون محبت اور الفت کے معیار کو بلند کر دیتا ہے۔

☆حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

”آیت استخلاف کی سب سے بڑی برکت اور خصوصیت قیام توحیدا ور تمکین دین بیان کی گئی ہے۔خدا تعالیٰ کی وحدت کا تصور نہ صرف وحدت الٰہی ہے بلکہ اس میں وحدی ملی بھی آجاتی ہے اور تمکین دین کے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔اس کے بارہ میں اسلام کا عملی تجربہ گواہ ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی ملت اسلامیہ پرخوف کے حالات طاری ہوئے تو وابستگان خلافت سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔کہ وہ خوف کی صورت کو امن کی حالت سے بدل دے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص نقصان کے بغیر بہت معمولی تکالیف اٹھا کر بڑے بڑے خطرات سے مسلمانوں کی جماعت من حیث القوم آسانی سے گذر جائے گی۔اس کی متعدد مثالیں خلافت راشدہ اولیٰ میں نظر آتی ہیں۔مثلاً سب سے پہلے

انتہائی خوفناک حالات کا ارتداد کی شکل میں ظاہر ہوتا اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے ذریعہ دیکھتے ہی دیکھتے قبائل کا مطیع وفرمانبردا ر ہوجانا۔یہ بہترین مثال ہے بظاہر دنیا کے اعتبار سے ایسا فتنہ اگر کسی دنیاوی نظام میں پیدا ہو جاتا۔اور ایسے استیصال کے لئے الٰہی مدد حاصل نہ ہوتی تو یہ نتیجہ نکلنا نا ممکن تھا۔دوسری بار خلافت اولیٰ احمدیہ اور پھر خلافت ثانیہ میں بار بار جماعت اس کا مشاہدہ کر چکی ہے۔

اس کے لئے کسی خاص تشریح کی ضرورت نہیں۔ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ کمزوریاں اور ناطاقتی کیا تھی۔خوف کتنے شدید اور وسیع تھے۔اور کس قدر نہایت ہی معمولی قربانی سے خدا نے نہ صرف امن کے حالات پیدا فرمائے۔بلکہ اس کی عنایات پہلے سے بھی دو چند ہو گئیں۔یہ خوف کے امن سے بدلنے کے واقعات اتفاقی معاملات یا روزمرہ کے دستور کی بات نہیں۔بلکہ غیر معمولی الٰہی ہاتھ کے ظاہر ہونے کا وعدہ ہے۔اور اس کی عام آدمی بلکہ غیر بھی شاہد ہیں۔

اسی طرح تمکنت دین کا کام ہے اور اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کو جو دنیا بھر میں جو خدمت بجا لانے کی توفیق ملی ہے دنیا کے اکثر ممالک اس پر گواہ بن چکے ہیں۔مزید کہنے کی حاجت نہیں۔

ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جو لوگ خلافت سے ہٹے یا جماعت کے اندرجماعت سے علیحدگی اختیار کی۔یا خلافت کا پورا اہتمام نہیں کیا۔وہ عملاً کامیاب خدمت دین سے محروم کر دئے گئے ان کی ساری صلاحیتیں اور کوششیں رائیگاں گئیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لازما خلافت کے ساتھ مخلصانہ اور خادمانہ تعلق قائم کرنا پڑے گا۔ورنہ تمکنت دین کا کوئی رنگ یا نظام قائم نہیں ہو سکتا۔"

☆حضرت ابو بکرؓ کا انتخابِ خلافت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر خلافت کے مسئلہ نے نازک صورت اختیار کر لی۔انصار چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی آپؐ کا کوئی خلیفہ بنے اور مہاجرین اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتے تھے۔انصار سقیفہ نبو ساعدہ میں اکٹھے ہوئے اور خلافت کے مسئلہ پر بحث کرنے لگے۔جب حضرت ابو بکرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح کو ساتھ لے کر سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے۔آپ نے ایک پر اثر تقریر کی اور انصار کی قربانیوں اور خدمات کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ اہلِ عرب قریش کے علاوہ کسی اور کی سیادت اور قیادت قبول نہیں کریں گے۔

جب خبابؓ بن منذر انصاری نے دو امیروں کی تجویز پیش کی تو حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو رد کر دیا کہ اس تجویز سے ملت میں انتشار پیدا ہو گا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے انصار کو حکیمانہ مشورہ دیا کہ تم وہ لوگ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کو مدد اور قوت دی اب سب سے پہلے تفرقہ ڈالنے والے نہ بنو۔اس طرح حضرت بشیر بن سعد انصاری نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:

" اے انصار ہم نے جو کچھ اسلام کے لئے کیا وہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا اور نبی کریمؐ کی اطاعت کی خاطر تھا۔کسی پر احسان نہ جتاؤ اور نہ ہی دنیا کے طلب دار بنو۔"

اس کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ انصاری نے اپنے انصار بھائیوں سے فرمایا :

" یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہؐ مہاجرین میں سے تھے۔پس ضرور ہے کہ امام مہاجرین میں سے ہو اور ہم سب اس کے اس طرح مدد گار ہوں جس طرح جناب رسول اللہؐ کے تھے۔"

حضرت ابو بکرؓ کی بیعت:

ان تقاریر کے بعد جب جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تو جناب ابو بکرؓ نے فرمایا یہ دو بزرگ حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ موجود ہیں۔ان میں سے کسی ایک کی بطور خلیفہ بیعت کر لو۔پھر ان دونوں نے فضائل اور مناقب بیان کئے لیکن حضرت عمرؓ نے پہل کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور فرمایا "نہیں بلکہ ہم آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں"۔ نیز آپؓ کی اس عہدہ کے لئے اہلیت کا ذکر کیا۔اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے بھی بیعت کر لی۔اس کے بعد انصار کے سردار بشیر بن سعد نے بیعت کی۔اس کے بعد مجلس کے تمام صحابہؓ نے بیعت کر لی صرف سعد بن عبادہ جن کو خلیفہ بنانے کی تجویز تھی نے بیعت نہ کی۔

دوسرے دن مدینہ کے دوسرے صحابہؓ نے بیعت کی اور حضرت ابوبکرؓ نے بیعت لینے کے بعد ایک پُر اثر خطبہ فرمایا۔ جو تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس میں آپؓ نے عدل سے کام لینے اور کمزوروں کا حق دلوانے کی بات کی اور فرمایا جہاد جاری رہنا چاہیئے۔

حضرت ابو بکرؓ کی مشکلات:

ابتداء میں آپ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے فہم و فراست اور عزم و حوصلے سے ان تمام مشکلات پر قابو پالیا اور اسلام کا شیرازہ بکھرنے نہ دیا اور تمام مسلمانوں کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا ان مشکلات میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

1- داخلی انتشار

2- فتنہ ارتداد یعنی بعض قبائل جنہوں نے اسلام کو دل سے قبول نہ کیا تھا اسلام سے پھر گئے۔

3- بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

4- جھوٹے نبیوں کا فتنہ

5- بیرونی خطرات

6- لشکر اسامہ کی روانگی

جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ آپ نے ان تمام مشکلات پر قابو پالیا اور ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ تاریخ میں یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ گردانا جاتا ہے۔

اشاعت اسلام اور فتوحات:

جب آپ نے داخلی طور پر ملک میں امن و امان قائم کر دیا تو آپ نے اشاعت اسلام کی طرف توجہ دی اور بہت سے ایسے اقدامات کئے جس سے بیرونی دشمنوں سے کوئی خطرہ نہ رہا بلکہ اردگرد کی حکومتیں مسلمانوں سے ڈرنے لگیں اور انہیں مسلمانوں پر حملے کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں نے آپ کے عہد میں بہت سے علاقے فتح کئے اور بہت سے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ ان میں سے مشہور مندرجہ ذیل ہیں۔ ایران، عراق اور شام کے بہت سے علاقے شامل ہیں۔ آپ کے عہد کی فتوحات قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ فتوحات ان حالات میں ہوئیں جب ملک اندرونی طور پر بہت سے فتنوں کی اماجگاہ بنا ہوا تھا۔ دونوں محاذوں پر لڑنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ آپ کے یہ کارنامے سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں اور مؤرخین نے آپ کو خراج تحسین بھی پیش کیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیرت و کردار:

آپ کی سیرت اور کردار پر قلم اٹھانا آسان بات نہیں ہے۔آپ کے کردار اور سیرت کے اتنے وسیع پہلوہیں کہ ان کا حاطہ کرنا اس مختصر سے مقالہ میں جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہے۔اس جگہ صرف ان کی جھلکی پیش کی جاسکتی ہے۔

-1 آپ صدق اور ایثار کے پیکر تھے۔

-2 خلق اور مہمان نوازی آپ کا طرئہ امتیاز تھا۔

-3 سادگی اور شجاعت آپ کی بے مثل اور بے نظر تھی۔

-4 رعب و جلال کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑا بہادر بھی آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیںکر سکتا تھا۔

-5 نبی کریمؐ سے آپ کو جو محبت اور لگاؤ تھا اس کا ذکر تو قرآن شریف میں بھی آچکا ہے۔

-6 فرض شناسی میں بھی آپ کا ایک اعلیٰ اور ارفع مقام تھا۔

-7 پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کی زینت بناتے اور خشوع و خضوع کی یہ حالت ہوئی تھی کہ اس قدر آنسو بہاتے کہ ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔آپ کی نیکیوں کو گننا انسانی پہنچ سے دور ہیں۔حضورؐ فرمایا کرتے تھے جس طرح آسمان کے ستارے ان گنت ہیں۔اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نیکیاں گننا مشکل ہے۔

-8 آپؓ کی جرأت ایمان اور حوصلہ اور فراست اتنی زیادہ تھی کہ وہ کام اور مہمات جن کو حضرت عمرؓ جیسے دلیر اور بہادر اور معاملہ فہم بھی امت کے لئے نقصان دہ گردانتے تھے آپؓ نے ان کو انجام دے کر ثابت کر دیا کہ اگر جرأت ایمانی ہو تو ہر مشکل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

-9 آپ کا نظامِ حکومت شورائی تھا اور ہر قوم کے حقوق کا خیال رکھا جاتا تھا۔خاص کر ذمیوں کے حقوق کا۔

10- مالی انتظام ، فوجی نظام، عدالتی نظام بڑا احسن طریق پر چلایا جاتا تھا اور ہر معاملہ میں مشورہ لے کر کوئی قدم اٹھایا جاتا تھا۔ آپ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن پاک کو جمع کر دیا۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی تصنیف سِرُّ الْخِلَافَۃ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

وَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ لَمَّا جُعِلَ اَبِیْ خَلِیْفَۃً وَ فَوَّضَ اللّٰہُ اِلَیْہِ الْاِمَارَۃَ فَرَاٰی بِمُجَرَّدِ الْاِسْتِخْلَافِ تَمَوُّجَ الْفِتَنِ مِنْ کُلِّ الْاَطْرَافِ وَ مَوْرَ الْمُتَنَبِّیِّیْنَ الْکَاذِبِیْنَ وَ بَغَاوَۃَ الْمُرْتَدِّیْنَ الْمُنَافِقِیْنَ۔ فَصُبَّتْ عَلَیْہِ مَصَائِبُ لَوْ صُبَّتْ عَلَی الْجِبَالِ لَانْہَدَّتْ وَ سَقَطَتْ وَ انْکَسَرَتْ فِی الْحَالِ وَلٰکِنَّہٗ اُعْطِیَ صَبْرًا کَالْمُرْسَلِیْنَ۔ حَتّٰی جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ قُتِلَ الْمُتَنَبِّئُوْنَ وَ اُہْلِکَ الْمُرْتَدُّوْنَ وَ اُزِیْلَ الْفِتَنُ وَ دُفِعَ الْمِحَنُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ اسْتَقَامَ اَمْرُ الْخِلَافَۃِ وَ نَجَا اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْاٰفَۃِ وَ بَدَّلَ مِنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا۔

۔۔۔فَانْظُرْ کَیْفَ تَمَّ وَعْدُ الْخِلَافَۃِ مَعَ جَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ وَ اَمَارَاتِہٖ فِی الصِّدِّیْقِ وَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّشْرَحَ صَدْرَکَ لِہٰذَا التَّحْقِیْقِ۔ وَ تَدَبَّرْ کَیْفَ کَانَتْ حَالَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ وَقْتِ اِسْتِخْلَافِہٖ وَقَدْ کَانَ الْاِسْلَامُ مِنَ الْمَصَائِبِ کَالْحَرِیْقِ ثُمَّ رَدَّ اللّٰہُ الْکَرَّۃَ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ اَخْرَجَہٗ مِنَ الْبِئْرِ الْعَمِیْقِ وَ قُتِلَ الْمُتَنَبِّئُوْنَ بِاَشَدِّ الْاٰلَامِ وَ اُہْلِکَ الْمُرْتَدُّوْنَ کَالْاَنْعَامِ وَ اٰمَنَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ خَوْفٍ کَانُوْا فِیْہِ کَالْمَیِّتِیْنَ۔ وَ کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بَعْدَ رَفْعِ ہٰذَا الْعَذَابِ۔

۔۔۔وَ کَانُوْا یَحْسَبُوْنَہٗ مُبَارَکًا وَّ مُؤَیَّدًا کَالنَّبِیِّیْنَ۔ وَ کَانَ ہٰذَا کُلُّہٗ مِنْ صِدْقِ الصِّدِّیْقِ وَالْیَقِیْنِ الْعَمِیْقِ وَ وَ اللّٰہِ اِنَّہٗ کَانَ اٰدَمَ الثَّانِیْ لِلْاِسْلَامِ وَالْمُظْہَرُ الْاَوَّلُ لِاَنْوَارِ خَیْرِ الْاَنَامِ وَمَا کَانَ نَبِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَتْ فِیْہِ قُوَی الْمُرْسَلِیْنَ فَبِصِدْقِہٖ عَادَتْ حَدِیْقَۃُ الْاِسْلَامِ اِلٰی زُخْرُفِہٖ التَّآمِّ۔

(سِرُّ الْخِلَافَۃِ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 335 و 336)

”اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے امارت ان کے سپرد کی اس وقت انتخاب خلافت ہوتے ہی ہر طرف فتنہ و فساد موجزن ہو گیا اور جھوٹے مدعیان نبوت سر نکالنے لگے اور مر تد منافق لوگوں نے بغاوت کردی۔ آپ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ایسے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ

کسی پہاڑ پر ٹوٹتے وہ فی الفور گر کر پاش پاش ہو جاتا لیکن آپ کو نبیوں والا صبر عطا کیا گیا۔پھر خدا تعالیٰ کی مدد آگئی جھوٹے نبی اور مرتد ہلاک ہو گئے، فتنے اور امتحان ٹال دیئے گئے اور خلافت استحکام پکڑ گئی اور اللہ نے مؤمنین کو نجات دے دی اور ان کے خوف کی حالت کو امن سے بدل دیا۔

۔۔۔۔۔وعدۂ خلافت اپنے تمام لوازمات اور علامات کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وجود میں پورا ہوا۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو قبول کرنے کے لیے آپ لوگوں کا سینہ کھولے۔غور کرو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے پر مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟ مومن اس تکلیف کے دُور ہونے کے بعد خوشی و مسرت سے بھر گئے، وہ آپ کو ایک مبارک اور نبیوں کی طرح تائید یافتہ وجود خیال کرتے تھے۔یہ سب کچھ صدیقؓ کے صدق کا کرشمہ تھا اور اسی گہرے یقین کی وجہ سے جو آپ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا تھا بخدا آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے آدم ثانی اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے مظہر اول تھے، آپ رضی اللہ عنہ نبی تو نہ تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ میں رسولو ں کی سی قوتیں ودیعت کی گئی تھیں۔آپ رضی اللہ عنہ کے صدق وصفا کا ہی نتیجہ تھا کہ چمنِ اسلام کی بہار و رونق واپس آگئی۔“

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہٗ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی تاریخ کا وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل لوگوں کی،آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد خوف کی حالت کو امن میں بدلا اور اپنے وعدوں کے مطابق جماعت احمدیہ کو تمکنت عطا فرمائی یعنی اس شان اور مضبوطی کو قائم رکھا جو پہلے تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی فعلی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور نبی تھے اور آپ علیہ السلام وہی خلیفۃ اللہ تھے جس نے چودھویں صدی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہوئی شریعت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنا تھا اور آپ علیہ السلام کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ علیہ السلام کا سلسلۂ خلافت تا قیامت جاری رہنا تھا۔

پس آج97سال گزرنے کے بعد جماعت احمدیہ کا ہر بچہ، جوان، بوڑھا، مرد اور عورت اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس بارہ میں فعلی شہادت گزشتہ 97سال سے پوری ہوتی دیکھی ہے اور دیکھ رہا ہوں اور نہ صرف احمدی بلکہ غیر از جماعت بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ27مئی2005ئ۔الفضل انٹر نیشنل10 تا16جون2005ئ)

☆ استحکام خلافت اور تمکنت ِدین:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورة النور آیت نمبر 56کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تصنیف سر الخلافۃ میں فرماتے ہیں:

”اس کی تفصیل کے متعلق اے عقلمندو اور اعلیٰ فضیلت والو! جان لو تا کہ تم پر اس کی دلیل واضح ہو جائے۔اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور ان میں سے بعض مومنوں کو اپنے فضل اور رحمت سے خلیفہ بنائے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔پس یہ ایک ایسی بات ہے جس کا پورا اور مکمل مصداق ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کوپاتے ہیں جیسا کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ امر واضح ہے کہ ان کی خلافت کا زمانہ ایک خوف و مصائب کا زمانہ تھاکیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوئیں اور بہت سارے منافق مُرتد ہو گئے اور مرتدین کی زبانیںدراز ہو گئیں اور جھوٹے دعوے داروں سے ایک گروہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور ان کے گرد بہت سارے بادیہ نشین جمع ہوگئے یہاں تک کہ مسیلمہؔ کے ساتھ قریباًایک لاکھ جاہل اور فاجر لوگ آشامل ہوئے اور فتنوں نے جوش مارا اور مصائب بڑھ گئے اور قسم قسم کی بلائوں نے دُور و نزدیک سے مسلمانوںکااحاطہ کر لیا اور مومن ایک سخت زلزلہ میں مبتلا کئے گئے اور مسلمانوں میں سے ہر فرد آزمائش میں ڈالا گیا اور خوفناک اور حواس کو دہشت ناک کرنے والے حالات پیدا ہو گئے اور مومن بے چارگی کی حالت کو پہنچ گئے۔گویا ایک انگارا تھاجو ان کے دلوں میں بھڑکایا گیا یا یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ چھری کے ساتھ ذبح کر دیئے گئے ہیں کبھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے اور کبھی آگ کی مانند جلا دینے والے فتنوں کی وجہ سے روتے تھے اور امن وامان کا کوئی نشان باقی نہ رہا اور فتنوں میں پڑے ہوئے مسلمان ایسے مغلوب ہو گئے جیسے رُوڑی کے اُوپر اُگی ہوئی گھاس اُس کو ڈھانپ لیتی ہے۔پس مومنوں کا خوف اور گھبراہٹ بڑھ گیا اور اُن کے دل دہشت اور کرب سے بھر گئے تو ایسے وقت میں حضرت ابو بکر

کو زمانے کا حاکم اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنایا گیا۔اسلام پر حالاتِ واردہ کی وجہ سے اور ان باتوں کی وجہ سے جو آپ رضی اللہ عنہ نے منافقوں، کافروں اور مرتدین کی طرف سے دیکھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ پر سخت غم طاری ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ موسم ربیع کی بارش کی طرح روتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو چشموں کی طرح بہتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے اسلام اور مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی چاہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب میرے باپ خلیفہ بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے امرِ خلافت آپ رضی اللہ عنہ کو تفویض کیا تو آپ نے خلیفہ بنتے ہی فتنوں کو ہر طرف سے موجزن پایا اور یہ کہ جھوٹے نبوت کے مدعی جوش میں ہیں اور منافق مرتد لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں۔سو آپ رضی اللہ عنہ پر اس قدر مصائب آپڑے کہ اگر پہاڑوں پر اتنی مصیبتیں نازل ہوتیں تو وہ ٹوٹ کر گر جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو رسولوں کی طرح ایک صبر عطا کیا گیا یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آئی اور جھوٹے مدعیان نبوّت قتل کئے گئے اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے اور فتنوں اور مصائب کا قلع قمع کر دیا گیا اور معاملے کا فیصلہ کر دیا گیا اور امر خلافت مضبوط ہو گیا اور اللہ نے مومنوں کو مصیبت سے نجات بخشی اور ان پر خوف طاری ہونے کے بعد اسے امن میں بدل دیا اور ان کے دین کو مضبوط کر دیا اور مفسدین کے منہ کالے کر دیئے اور اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے ابو بکر صدیق کی مدد فرمائی اور سرکشوں اور بڑے بڑے بتوں کو تباہ کر دیا اور کفار کے دلوں میں رُعب ڈال دیا پس وہ شکست کھا گئے اور انہوں نے حق کی طرف رُجوع کیا اور سرکشی سے توبہ کی اور یہ غالب خدا کا وعدہ تھا جو تمام سچوں سے زیادہ سچا ہے۔

پس دیکھو کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے تمام لوازم اور نشانات کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ذات میں پورا ہوا اور تمہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ تمہارا سینہ اس تحقیق کے لیے کھول دے اور غور کرو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے وقت مسلمانوں کی کیسی کمزور حالت تھی اور اسلام مصائب کی وجہ سے ایک جلے ہوئے شخص کی طرح تھا۔ پھر اللہ نے دوبارہ اسلام کو طاقت بخشی اور اس کو گہرے کنویں سے نکالا اور جھوٹے مدعیانِ نبوت سخت عذاب کے ساتھ قتل کیے گئے اور مرتدین چوپایوں کی طرح ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ نے مومنوں کو اس خوف سے امن دیا جس میں وہ مردوں کی طرح پڑے ہوئے تھے اور مومن اس مصیبت کے دور ہوتے ہی خوشیاں منانے لگے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ کو مرحبا

اور خوش آمدید کہتے اور آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم میں جلدی کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی محبت اپنے دلوں میں بٹھاتے تھے اور تمام امور میں آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے شکر گزار تھے اور انہوں نے اپنے دلوں کو جِلا دی اور دل کے کھیتوں کو سیراب کیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے محبت میں بڑھ گئے اور پوری کوشش سے آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مبارک اور انبیاء کی طرح مؤید سمجھا کرتے تھے اور یہ سب کچھ حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ کی سچائی اور گہرے یقین پر قائم ہونے کے سبب سے تھا۔ بخدا ! وہ اسلام کے آدمِ ثانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے لیے مظہرِ اول تھے۔ گو وہ نبی نہیں تھے لیکن ان میں انبیاء کے قویٰ پائے جاتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے صدق کی بدولت اسلام کا باغ اپنی کامل ترو تازگی کو پہنچا اور اس نے اپنی زینت اور سکینت تیروں کے صدمات سہنے کے بعد حاصل کی اور اس کے اندر رنگارنگ کے پھول پیدا ہوئے اور اس کی شاخیں غبار سے صاف ہو گئیں اور اس سے پہلے اسلام ایک ایسے مردہ کی طرح تھا جس پر ماتم کیا جا چکا ہو اور قحط سے بھگائے ہوئے اور مصائب سے زخمی اور سفروں سے درماندہ اور قسم قسم کی تھکان سے دُکھ دیئے ہوئے اور شعلوں والی دوپہر کے جلے بھنے ہوئے شخص کی مانند تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ان تمام مصائب سے نجات دی اور تمام آفات سے چھڑایا اور عجیب تائیدات سے اس کی مدد کی یہاں تک کہ اس نے بادشاہوں کی قیادت کی اور لوگوں کی گردنیں اس کے ہاتھ میں آگئیں۔ بعد اس کے کہ وہ درماندہ اور شکستہ ہو چکا تھا اور خاک میں مل چکا تھا۔ پس منافقوں کی زبانیں بند ہوگئیں اور مومنوں کے چہرے چمک اُٹھے اور ہر ایک شخص نے اپنے رب کی حمد کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شکر بجا لایا اور سوائے زندیق اور فاسق کے سب ان کے پاس مطیع بن کر آگئے۔ یہ سارا اَجر اُس بندے کا تھا جسے اللہ نے چن لیا تھا اور اسے اپنی دوستی کے لئے مخصوص کر لیا تھا اور اس سے راضی ہو گیا تھا اور اس کو عافیت بخشی تھی اور اللہ تعالیٰ محسنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حاصل کلام یہ کہ یہ تمام آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی خبر دے رہی ہیں اور ان کا کوئی اَور مصداق نہیں ہے۔ پس آپ تحقیق کی نظر سے اسے دیکھیں اور اللہ سے ڈریں اور متعصب مت بنیں۔ پھر دیکھیں کہ یہ تمام آیات آئندہ کے لیے پیشگوئیاں تھی تا کہ ان کے ظہور کے وقت مومنوں کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اللہ کے

وعدوں کو پہچان لیں کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام میں فتنے پیدا ہونے اور اس پر مصائب نازل ہونے کی خبر دی تھی اور ان میں یہ وعدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بعض مومنوں کو خلیفہ بنائے گا اور خوف کے بعد ان کو امن دے گا اوران کے متزلزل دین کو تقویت بخشے گا اور مفسدین کو ہلاک کرے گااور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پیشگوئی کا مصداق سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اَوراُن کے زمانے کے کوئی نہیں۔پس انکار نہ کریں کیونکہ اس کی دلیل تو ظاہر ہو گئی ہے۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کو ایسی دیوار کی طرح پایا جو مفسدین کی شرارت کی وجہ سے گرنے کو تھی، خدا تعالیٰ نے اِس کو اُن کے ہاتھوں ایک چونے، گچ، مضبوط اُونچے قلعہ کی طرح بنا دیا جس کی دیواریں فولادی تھیں اور اس میں ایسی فوج تھی جو غلاموں کی طرح فرمانبردار تھی۔پس غور کریں کیا اس میں آپ کے لیے کوئی شک کی گنجائش ہے یا اس کی نظیر آپ کے نزدیک اور جماعتوں سے لانا ممکن ہے؟‘‘

(اردو ترجمہ از تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد6۔ادارۃ المصنفین)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلافتِ رابعہ کے آغاز کے فتنہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’پھر خلافت رابعہ کا دور آیا پھر دشمن نے کوشش کی کسی طرح فتنہ و فساد پیدا کیا جائے لیکن جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی ہوگئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا۔انتخاب خلافت کے ان حالات کے بعد جو بڑی سختی کے چند دن یا ایک آدھ دن تھے دشمن نے جب وہ سکیم ناکام ہوتی دیکھی تو پھر دو سال بعد ہی خلاف رابعہ میں، 1984ء میں پھر ایک اور خوفناک سکیم بنائی کہ خلیفۃ المسیح کو بالکل عضوِ معطّل کی طرح کر کے رکھ دو،وہ کوئی کام نہ کر سکے اور جب وہ کوئی کام نہیں کر سکے گاتو جماعت میں بے چینی پیدا ہوگی اور جب جماعت میں بے چینی پیدا ہو گی تو ظاہر ہے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتی چلی جائے گی،اس کا شیرازہ بکھرتا چلاجائے گا۔‘‘

(از خطبہ جمعہ فرمودہ 21مئی 2004ء الفضل انٹرنیشنل 4تا10جون 2004ئ)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی تاریخ کا وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل لوگوں کی ، آپؑ کی وفات کے بعد، خوف کی حالت کو امن میں بدلا اور اپنے وعدوں کے مطابق جماعت احمدیہ کو تمکنت عطا فرمائی یعنی اس شان اور مضبوطی کو قائم رکھا جو پہلے تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی فعلی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرستادہ اور نبی تھے اور آپ وہی خلیفۃ اللہ تھے جس نے چودھویں صدی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہوئی شریعت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنا تھا اور آپ علیہ السلام کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کا سلسلۂ خلافت تا قیامت جاری رہنا تھا۔

پس آج 97سال گزرنے کے بعد جماعت احمدیہ کا ہر بچہ ، جوان، بوڑھا، مرد، اور عورت اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس بارہ میں فعلی شہادت گزشتہ 97سال سے پوری ہوتی دیکھی ہے اور دیکھ رہا ہوں۔اور نہ صرف احمدی بلکہ غیر از جماعت بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27/مئی 2005ئ۔الفضل انٹرنیشنل 10 تا16جون 2005ئ)

☆حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے لیے نئے نظام کی ضرورت کو انبیاء سے وابستہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”نئے نظام وہی لاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں جن کے دلوں میں نہ امیر کی دشمنی ہوتی ہے نہ غریب کی بے جا محبت ہوتی ہے جو نہ مشرقی ہوتے ہیں نہ مغربی۔وہ خدا تعالیٰ کے پیغامبر ہوتے ہیں اور وہی تعلیم پیش کرتے ہیں جو امن قائم کرنے کا حقیقی ذریعہ ہوتی ہے۔پس آج وہی تعلیم امن قائم کرے گی جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آئی ہے اور جس کی بنیاد الوصیۃ کے ذریعہ 1905ء میں رکھ دی گئی ہے۔“

(نظام نو صفحہ 131)